مقالات

گذشتہ سے پیوستہ

مولانا عبدالرحمٰن عزیز الٰہ آبادی

وسیلہ کی حقیقت

قرآن و حدیث اور اقوالِ سلف کی روشنی میں

پہلی دلیل:

حضرت عمرؓ بن الخطاب کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، جب آدمؑ سے خطاء کا ارتکاب ہوا تو انہوں نے بارگاہِ ایزدی میں التجا کی:

"یَارَبِّ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا غَفَرْتَ لِیْ!"

اے میرے پروردگار میں بواسطہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرمادے!"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "اے آدمؑ تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا؟ — ابھی تو میں نے اسے پیدا بھی نہیں کیا!" عرض کی، "اے پروردگار، تو نے جب مجھے پیدا کیا تو میں نے اپنا سر اٹھایا اور عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ" تو میں نے معلوم کر لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہوگا جو تیرے نزدیک تمام مخلوق سے افضل ترین اور محبوب ہوگا۔" اللہ کریم نے فرمایا "اے آدمؑ تو نے سچ کہا، محمدؐ مجھے زمین و آسمان کی تمام مخلوقات سے زیادہ محبوب ہیں۔ جب تو نے ان کے واسطہ سے اپنی مغفرت کا سوال کیا تو میں نے تجھے معاف کر دیا:

"لَوْلَا مُحَمَّدٌ لَمَا خَلَقْتُکَ" (حاکم)

"اگر محمدؐ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا ہی نہ کرتا۔" (دلائل النبوت لامام بیہقی، حاکم،

بحوالہ النشر الطیب از تھانوی صاحب ص ۷)

جواب :

محترم قارئین، آپ الحمد سے والناس تک اس لاریب اور منزل من اللہ کتاب (قرآنِ مجید) کا بغور مطالعہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور معصوم انبیاء علیہم السلام کی دعائیں تو در کنار، کسی غیر معصوم امتی کی بالواسطہ دعا کا بھی آپ کو تذکرہ نہ ملے گا۔ بلکہ تمام انبیاء و رسل اور مومنین کی دعائیں "اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" کے تحت بلا واسطہ منقول و مرقوم ہیں۔

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ پر غور کرنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی خطاء ان کے توبہ و استغفار کرنے سے معاف ہوئی، چنانچہ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ جو کلمات حضرت آدم علیہ السلام نے خدائے قدوس سے سیکھے اور دعاء کی تھی، وہ یہ تھے :

"لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ بِحَمْدِكَ عَمِلْتُ سُوْٓءً وَّظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔"

اور حضرت مجاہد، حضرت سعید بن جبیر، حضرت ابو العالیہ، حضرت ربیع بن انس، حضرت حسن، حضرت قتادہ اور حضرت عطاء خراسانی کا بیان ہے کہ وہ کلمات یہ تھے :

"رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ"

حضرت عبد العزیز بن رفیع، حضرت علیبد بن عمیر کا بیان ہے کہ آدم علیہ السلام نے کہا "اے اللہ کریم جو میں نے غلطی کی ہے تو نے اسے میرے اوپر میری پیدائش سے پہلے نہیں لکھ دیا تھا؟" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ہاں، میں نے تیری پیدائش سے قبل ہی لکھ دیا تھا۔" عرض کی "اے غفور رحیم، جس طرح تو نے مجھ پر لکھا اسی طرح معاف بھی فرما دے" تب انہیں دعا سکھائی گئی جیسا کہ "فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ" سے ظاہر ہے۔

پھر حضرت آدم علیہ السلام کا سر اٹھانا اور عرش کے پایوں پر "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" لکھا ہوا دیکھنا کسی مستند حدیث میں مذکور نہیں، صرف اسی موضوع حدیث میں اس کا تذکرہ ہے جس حدیث کو معیارِ فضیلت تصوّر کیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں "لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ" کے جملہ کو اللہ کی طرف منسوب کرنا ستم ظریفی ہے، کیونکہ اللہ کریم کا ارشادِ گرامی ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ!"

"میں نے جن اور انسان کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری بندگی کریں گے!"

جب تخلیقِ جن و انس کا مقصدِ وحید خالص عبادت ہے تو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام خداوندِ قدوس کے حضور میں مخلوق کا وسیلہ دے کر اپنی غلطی معاف کروائیں جبکہ اللہ کریم اس کو پسند ہی نہیں کرتا۔ "وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ (الزمر)" "جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا تو کفر سکھانے کو کیسے پسند کرے گا؟ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ!" پھر یہ حدیث نہایت درجہ کی ضعیف بلکہ موضوع ہے، چنانچہ "الصارم المنکی فی الرد علی السبکی" میں ہے کہ:

"حَدِيْثٌ مَوْضُوْعٌ" "یہ روایت موضوع ہے اور ہر اہل علم اس کو جانتا ہے!"

"وَقَدْ حَكَمَ عَلَيْهِ بَعْضُ الْأَئِمَّةِ بِالْوَضْعِ"

صیانۃ الانسان میں ہے:

"أَنَّهُ حَدِيْثٌ غَيْرُ صَحِيْحٍ وَلَا ثَابِتٌ بَلْ هُوَ حَدِيْثٌ ضَعِيْفُ الْإِسْنَادِ جِدًّا وَقَدْ حَكَمَ عَلَيْهِ بَعْضُ الْأَئِمَّةِ بِالْوَضْعِ" (ص ۱۲۴)

کہ "یہ حدیث انتہائی درجہ کی ضعیف اور کمزور ہے اور بعض ائمہؒ نے اس کے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔"

پھر اس روایت کا دار و مدار عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم پر ہے جو ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔ امام ترمذیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام نسائیؒ، امام ذہبیؒ اور امام دارقطنیؒ نے اسے ضعیف اور متروک قرار دیا ہے۔ ابو حاتم بن حبان کا بیان ہے کہ "عبد الرحمٰن بن زید بے خبری میں احادیث کو الٹ پلٹ کر بیان کرتا تھا، مرسل کو مرفوع اور موقوف کو مسند قرار دے دیتا تھا لہٰذا اس کی مرویات کو ترک کر دینے کا فیصلہ کیا گیا۔" امام حاکم کتاب الضعفاء میں رقمطراز ہیں:

"أَنَّهُ رَوٰى عَنْ أَبِيْهِ أَحَادِيْثَ مَوْضُوْعَةً"

کہ "اس نے اپنے باپ سے موضوع روایتیں نقل کی ہیں۔"

لہٰذا یہ حدیث بلحاظ روایت و درایت قابلِ استدلال نہیں (تفصیل کے لیے دیکھئے قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ)

دوسری دلیل: حضرت عثمان بن حنیفؓ کا بیان ہے کہ ایک نابینا نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ "اے اللہ کے رسولؐ! میری عافیت کی دعا فرمائیے"، حضور علیہ السلام نے فرمایا، "اگر تو چاہے تو دعا کروں اور اگر تو صبر کرے تو صبر تیرے لیے بہتر ہے" اندھے نے عرض کی، "دعا ہی فرما دیجیے!" آپؐ نے فرمایا "اچھی طرح وضو کر کے یہ دعا مانگ:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ لِتُقْضٰی اَللّٰھُمَّ شَفِّعْہُ فِیَّ" (رواہ الترمذی، مستدرک حاکم، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۱۹، نشر الطیب ص ۱۸۶ مطبوعہ لاہور)

کہ "اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے، اے محمدؐ متوجہ کرتا ہوں آپ کو اپنے رب کی طرف اپنی حاجت کے لیے تاکہ پوری ہو جائے۔ اے اللہ آپؐ کی سفارش میرے حق میں قبول فرمائیے۔"

جواب:

علامہ ابن حجر المکی بیان فرماتے ہیں کہ:

سَأَلَ اَوَّلًا اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰہُ لِنَبِیِّہٖ اَنْ یَّشْفَعَ لَہٗ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُلْتَمِسًا اَنْ یَّشْفَعَ لَہٗ ثُمَّ کَرَّرَہٗ مُقْبِلًا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یَّقْبَلَ شَفَاعَتَہٗ قَائِلًا فَشَفِّعْہُ فِیَّ اَیْ فِیْ حَقِّیْ" (تنقیح الرواۃ ص ۱۰۸)

کہ "سائل نے پہلے اللہ تعالیٰ سے اذن طلب کیا کہ وہ حضور علیہ السلام کو سفارش کرنے کی اجازت عطا فرمائے، پھر نبی کریم علیہ السلام کی طرف دعا میں متوجہ ہوا تاکہ آپؐ سفارش کریں پھر مکرر اللہ کریم کی طرف متوجہ ہو کر عرض کی، "اے اللہ کریم اپنے برگزیدہ نبی کی سفارش صحت میرے حق میں قبول

فرما" تو اس سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہوا کہ اس نابینا نے بھی دُعا کی اور نبی علیہ السلام نے بھی سفارش (دُعا) کی جو مقبول ہوئی اور وہ بینا ہو گیا۔ (بیہقی)

صیانۃ الانسان میں حدیثِ اعمٰی کے متعلق لکھا ہے:

"اِنَّ التَّوَسُّلَ بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَۃِ ثَابِتٌ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ الصَّحِیْحَۃِ بِخِلَافِ التَّوَسُّلِ بِالذَّاتِ الْفَاضِلَۃِ فَاِنَّ مَا یُسْتَدَلُّ بِہٖ عَلٰی ھٰذَا الْمَطْلَبِ ھُوَ حَدِیْثُ عُثْمَانَ بْنِ حُنَیْفٍ وَھُوَ غَیْرُ ثَابِتٍ لِاَنَّ فِیْ سَنَدِہٖ اَبَا جَعْفَرٍ الرَّازِیَّ وَھُوَ سَیِّئُ الْحِفْظِ یَہِمُ کَثِیْرًا فَلَا یُحْتَجُّ بِمَا یَنْفَرِدُ وَعَلٰی تَقْدِیْرِ ثُبُوْتِہٖ فَالْمُرَادُ بِقَوْلِہٖ بِنَبِیِّکَ بِدُعَاءِ نَبِیِّکَ وَشَفَاعَتِہٖ بَلْ ھٰذَا مُتَعَیِّنٌ الخ"!

یعنی "اعمالِ صالحہ سے وسیلہ لینا کتاب وسنّت سے ثابت ہے، علاوہ ازیں بزرگوں کا وسیلہ لینا جائز نہیں۔ اس بارہ میں قوی دلیل جس سے استدلال کیا جاتا ہے وہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اس کی سند میں ایک راوی ابوجعفر الرازی ہے جو بُرے حافظے والا اور وہمی ہے۔ اگر کسی روایت میں منفرد ہو تو قابلِ حجت نہیں، بر تقدیرِ ثبوت اس سے مراد حضور علیہ السلام کی دعا اور سفارش ہو گی اور یہی مراد متعین ہے۔"

حافظ ابن حجرؒ کے خیال کے مطابق ابوجعفر الرازی التیمی عیسٰی بن عیسٰی ماہان ہے، تو اس کے ضعف پر اکثر ائمہ حدیث متفق ہیں، چنانچہ احمد بن حنبلؒ، اور امام نسائیؒ نے "لَیْسَ بِالْقَوِیِّ" امام فلاسؒ اور امام ابن حجرؒ نے "سَیِّئُ الْحِفْظِ" ابوزرعہ نے "وہمی" اور امام ابن المدینی نے "خطا کرنے والا" کہا ہے۔ اور اگر ابوجعفر المدینی ہے تو وہ مجہول ہے۔ اگر بقول شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ ابوجعفر الخطمی ہے، جو ثقہ ہے تو بھی اس روایت سے توسل بالذات مراد نہ ہو گا بلکہ توسل بالدعا۔ مراد ہو گا۔

حدیث اعمٰی پر شاہ ولی اللہ کا تبصرہ:

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ حدیث اعمٰی ذکر کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

"اس حدیث میں دو طریق غیر صحیح ہیں۔ ابحیح، ببحیح! ۔ اوّل الذکر بہت بڑا

اس لیے ہے کہ گور پرستوں نے بزعم خود یہ سمجھا ہے کہ بزرگوں کی رُوحوں کو پکارنا اور حاجت براری کی درخواست کرنا سنت اور مستحب ہے مگر یہ گناہ کو حلال تصور کرنا ہے اور گناہ کو حلال سمجھنا کفر ہے۔

آخر الذکر اس لیے بُرا ہے کہ بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اپنی حاجتوں میں نیک روحوں کو پکارنا اور اپنی ضرورتوں کو پُورا کرنے کے لیے بزرگوں کو خدا کے ہاں سفارشی بنانا اور سفارش کو اپنے حق میں مقبول سمجھنا درست ہے مگر یہ امورِ دین میں بغیر اذنِ شارح، اس رائے سے اباحت اور جواز پیدا کرنا ہے اور یہی وجہ اصل برائی کی ہے۔

فرمانِ خداوندی ہے:

"اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ۔ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ" (الشوریٰ: ۲۱ ـ الزمر: ۴۳)

"کیا ان کے شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے شرع مقرر کی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اذن نہیں دیا، کیا اللہ تعالیٰ کے سوا انہوں نے سفارشی بنائے ہیں اگرچہ وُہ کسی شے کے مالک نہ ہوں اور نہ سمجھتے ہوں پھر بھی ان کو سفارشی بنائیں گے" "بعض لوگ انتہائی ضلالت میں ہیں۔ شافع اور مشفوع میں فرق نہ کرتے ہوئے "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ" کہتے ہیں۔ اس کام میں خدا کو سفارشی اور جیلانیؒ کو دینے والا بنایا ہے اور واقعہ اس کے برعکس ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ بزرگ سے حاجت چاہنا خدا کو کمزور سمجھنا ہے اور مخلوق کو قوی اور دانا خیال کرنا ہے۔ معاذ اللہ!" (بلاغ المبین ص ۶۱)

تیسری دلیل:

حضرت ابو سعیدؓ کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا، "جو شخص گھر سے نکلا اور یہ دُعا پڑھی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ وَبِحَقِّ مَمْشَايَ

فَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اَشَرًا وَّلَا بَطَرًا وَّلَا رِیَاءً وَّلَا سُمْعَۃً خَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سَخَطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ۔ اَسْاَلُكَ اَنْ تُنْقِذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔" (ابن ماجہ)

کہ "اے اللہ میں تجھ پر سائلین کے حق سے سوال کرتا ہوں اور میرے اس چلنے کے حق سے کیونکہ میں گھر سے نہ تکبر سے نکلا، نہ دکھلاوے کے لیے، نہ پروپیگنڈے کے لیے بلکہ تیری ناراضگی سے بچنے کے لیے اور تیری رضا مندی حاصل کرنے کے لیے نکلا ہوں، میں سوال کرتا ہوں کہ مجھے جہنم کی آگ سے بچالے اور میرے گناہوں کو معاف فرمادے کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو معاف کرنے والا کوئی نہیں!"

——— تو اللہ تعالیٰ اس پر ستر ہزار فرشتوں کو مقرر کردے گا کہ وہ اس کے لیے استغفار کریں!"

جواب:

یہ روایت بہت ہی ضعیف ہے۔ محدثین نے اس پر سخت کلام کیا ہے۔ اس روایت کی سند میں ایک راوی عطیہ[1] بن سعید العوفی ہے، اس کے متعلق صیانۃ الانسان میں لکھا ہے،

"اَلرَّاجِحُ وَالْمُحَقَّقُ اَنَّہٗ ضَعِیْفٌ۔"

"راجح اور محقق بات یہ ہے کہ وہ ضعیف ہے۔"

امام ابوحاتمؒ، امام احمدؒ، امام نسائیؒ، امام منذریؒ، امام بیہقیؒ، امام دارقطنیؒ، امام ابن حجرؒ اور امام یحییٰ بن سعیدؒ نے اس کا ضعف نقل کیا ہے۔ دوسرا راوی فضیل بن مرزوق ہے، جس کو امام نسائیؒ اور ابن سعیدؒ نے ضعیف اور ابن حبانؒ نے منکر الحدیث اور ابوحاتمؒ نے بہت وہمی لکھا ہے۔

---

[1] سالم المرادی کا بیان ہے کہ عطیہ شیعہ تھا۔ ابن حجرؒ کا بیان ہے وہ صدوق ہے، کثرت سے غلطی کرتا ہے، نیز شیعہ تھا، تدلیس بھی کرتا تھا۔ جس حدیث کا راوی شیعہ ہو اور جس کے ضعف پر محدثینؒ علماء رجال کا فتویٰ صادر ہو چکا ہو، اس کی حدیث کو عقیدہ کی بحث میں حجت بنانا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

(عزیز الہ آبادی)

اس حدیث کا ایک اور بھی طریق ہے جو ابن السنی نے "عمل الیوم واللیل" میں ذکر کیا ہے جو بروایت حضرت بلالؓ حضور علیہ السلام تک پہنچتا ہے وہ اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ اس میں ایک راوی وازع بن نافع عقیلی ہے جس کو امام نوویؒ نے "اذکار" میں اور حافظ ابن حجرؒ نے "شرح اذکار" میں ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث واہی ہے۔ امام ابو حاتمؒ اور ایک جماعت نے وازع کو متروک الحدیث قرار دیا ہے۔ امام دارقطنیؒ نے اسے "ضعیف" اور ابن معین اور امام نسائیؒ نے غیر ثقہ اور امام بخاریؒ نے "منکر" اور ہیثمی نے مجمع الزوائد میں "ضعیف اور متروک" کہا ہے۔

انہی الفاظ کے ساتھ ایک روایت طبرانی کبیر میں ہے جس میں فضالہ بن جبیر راوی ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد میں ہے:

"وَهُوَ ضَعِيفٌ مُجْمَعٌ عَلَى ضُعْفِهِ"

یعنی "محدثین کا اس کے ضعف پر اتفاق ہے"

۲۔ اگر ذوات سائلین اور ان کے حقوق سے سوال نہ کیا جائے بلکہ اس حق سے سوال کیا جائے جو اللہ کریم نے اپنے فضل و کرم سے سائلین اور داعین سے اجابت و انابت کا وعدہ کیا ہے کہ جب وہ مجھ سے سوال کریں گے تو میں قبول کروں گا، تو یہ سوال اللہ کریم کی صفات فعلیہ سے ہے جس میں کوئی نزاع و اختلاف نہیں۔ اسی لیے حاجی کے لئے صفا مروہ پر "اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ" پڑھنا مشروع ہے۔ تو "بحق السائلین علیک" سے مراد "سائلین کو عطا کرنے اور عابدین کو ثواب دینے کا وعدہ" ہے۔ اس کی منشا کچھ اور ہے اور انبیاءؑ اور اولیاءؒ کے حق و مرتبہ سے سوال کی منشا اور ہے۔ اوّل الذکر مشروع اور آخر الذکر غیر مشروع اور بدعت ہے!

چوتھی دلیل:

"عَنْ اُمَيَّةَ بْنِ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُسَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِيْكِ الْمُهَاجِرِيْنَ"

(رواہ فی شرح السنۃ ۔ مشکوٰۃ ص ۴۴۷ ج ۲ مطبوعہ کراچی)

"یعنی نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم فتح کے لئے فقراء مہاجرین کا وسیلہ ڈالتے تھے۔ لہٰذا توسل بالذات ثابت ہوا۔

جواب :

اس کا مختصر اور جامع جواب حضرت ملا علی قاری حنفیؒ کی زبان سے سماعت فرمایئے۔ آپ اس حدیث کے تحت رقمطراز ہیں :

"اَیْ یَطْلُبُ الْفَتْحَ وَالنُّصْرَۃَ عَلَی الْکُفَّارِ عَنِ اللہِ تَعَالٰی اَیْ بِفُقَرَآءِ ھِمْ وَبِبَرَکَۃِ دُعَائِھِمْ اَیْضًا نَعَلَّ وَجْہُ التَّقْیِیْدِ بِالْمُھَاجِرِیْنَ بِاَنَّھُمْ فُقَرَاءُ غُرَبَاءُ مَظْلُوْمُوْنَ مُجْتَھِدُوْنَ مُجَاھِدُوْنَ فَیُرْجٰی تَاْثِیْرُ دُعَائِھِمْ اَکْثَرَ مِنْ عَوَامِّ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَغْنِیَاءِ ھِمْ"

(ملاحظہ ہو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۶۱ ج ۵)

ماحصل یہ ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم فقراء اور مہاجرین سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فتح و نصرت کی دعا کرواتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ فقیر، غریب، مظلوم تھے۔ دین میں کوشش کرنے والے مجاہد تھے، ان کی دعاء بنسبت عام مسلمانوں کے قبولیت کا زیادہ درجہ رکھتی تھی"

محترم قارئین، غور فرمائیں، اس روایت سے توسّل بالذات مراد لینا جہالت نہیں ؟ جبکہ یہ روایت توسّل کی تشریح پر فیصلہ کن ہے اور اس سے کھلے طور پر واضح ہو رہا ہے کہ یہ توسل بالدعاء ہے۔ اگر لفظ "ب" سے مراد فقراء اور مساکین کو لیا جائے تو نبی علیہ السلام کی توہین لازم آئے گی کہ نبی علیہ السلام سے فقراء اور مساکین کا وجود بہتر تھا اور یہ کہنے کے لیے کوئی مسلمان تیار نہیں اور اسی طرح :

"کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَفْتِحُ وَیَسْتَنْصِرُ بِصَعَالِیْکِ الْمُسْلِمِیْنَ" (رواہ ابن ابی شیبۃ والطبرانی)

نیز :

"وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَاءِ کُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ اَوْ تُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَاءِ کُمْ"

(رواہ ابو داؤد مشکوٰۃ جلد ثانی ص ۴۴۷)

——— مطلب وہی جو اوپر گزر چکا ہے !

ان روایات سے ثابت ہوا کہ مسلمان کو مسلمان بھائی سے انفراداً و اجتماعاً

دُعا۔ کروانا جائز ہے۔ نیز افضل فاضل اور مفضول سے دعا۔ کروا سکتا ہے جیسا کہ نبی علیہ السلام نے حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا تھا، جبکہ وہ عمرہ کی نیت سے مدینہ منورہ سے چلنے لگے:

"لَا تَنْسَنَا يَا أُخَيَّ مِنْ صَالِحِ دُعَائِكَ"۔ (ابو داؤد مع عون المعبود مطبوعہ دھلی، مسند امام احمد ص ۲۹)

کہ "اپنی نیک دعاؤں میں اپنے بھائی کو نہ بھول جانا!"

پانچویں دلیل:

حضرت علیؓ بن ابی طالب کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام کو دفن کیے تین دن گزر چکے تھے، ایک اعرابی آیا اور حضور علیہ السلام کی قبر پر گر پڑا اور قبر کی مٹی سر پر ڈالنے لگا اور التجا کی "یا رسول اللہ! آپ نے اللہ کی طرف سے سنا اور قبول کیا اور ہم نے آپؐ سے سنا اور قبول کیا۔ اللہ کریم کا کلام جو آپ پر نازل ہوا اس کا ایک حصّہ یہ بھی ہے کہ:

"وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا"۔ (النساء: ۶۴)

"اور میں نے اپنے اُوپر ظلم کیا اور آپ کے پاس آیا ہوں، میرے لیے معافی چاہیں"۔

"فَنُودِيَ مِنَ الْقَبْرِ إِنَّهُ غَفَرَ لَكَ"

"قبر سے آواز آئی کہ اللہ نے تم کو بخش دیا"

پس ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر کہنا کہ: "یا رسول اللہ ہمارے لیے دُعا فرمائیے" جائز ہے!

جواب:

اوّلاً یہ روایت صحیح نہیں "الصارم المنکی فی الرد علی السبکی" میں اس حدیث کی بابت لکھا ہے کہ:

"إِنَّ هٰذَا خَبَرٌ مُنْكَرٌ مَوْضُوعٌ، وَأَثَرٌ مُخْتَلَقٌ مَصْنُوعٌ لَا يَصْلُحُ الْاِعْتِمَادُ عَلَيْهِ وَلَا يَحْسُنُ الْمَصِيرُ إِلَيْهِ وَإِسْنَادُهُ

ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ۔"

"یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے۔ منکر ہے، قابلِ اعتماد نہیں۔ اس کی سند پر تاریکی کے تہ بتہ پردے پڑے ہوئے ہیں۔"

ثانیاً: اس کی سند میں ایک راوی ہیثم بن عدی ہے جس کو یحییٰ بن معین اور ابوداؤدؒ نے "کذاب" اور ابوحاتم رازیؒ، نسائیؒ، ازدیؒ نے "متروک الحدیث" لکھا ہے۔

دوسرا راوی ابوصادق ہے جس کا حضرت علیؓ سے سماع ثابت نہیں۔

ثالثاً: یہ روایت صحیح احادیث کے مخالف ہے جیسا کہ امام ابنِ تیمیہؒ نے صراطِ مستقیم کے صفحہ ۸۰ پر ذکر کیا ہے کہ سہیل بن ابی سہیل کا بیان ہے کہ مجھے حسن بن حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب نے قبرِ نبویؐ کے پاس دیکھا تو بلایا، اور وہ اس وقت حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے گھر عشاء کا کھانا کھا رہے تھے، دعوتِ طعام دی۔ اس نے عرض کی، "مجھے کوئی حاجت نہیں۔" آپ نے فرمایا:

"مَالِي رَأَيْتُكَ عِنْدَ الْقَبْرِ فَقُلْتُ سَلَّمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ ثُمَّ قَالَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَّخِذُوا بَيْتِي عِيدًا وَلَا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُمَا كُنْتُمْ فَمَا أَنْتَ وَمَنْ بِالْأَنْدَلُسِ إِلَّا سَوَاءٌ مِنْهُ۔"

"قبر کے پاس کیا کر رہے تھے؟" عرض کی "نبی علیہ السلام پر درود پڑھا ہے۔" فرمایا "مسجد میں اس لیے داخل ہوا تھا؟" پھر فرمایا "نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے "میرے گھر کو عید نہ بناؤ اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو تم جہاں بھی ہو، تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے، تم یہاں اور اندلس میں درود پڑھنے والا شخص دونوں برابر ہیں۔"

اسی طرح مسند ابویعلیٰ الموصلی میں ہے کہ علی بن حسینؓ نے ایک شخص کو قبرِ نبویؐ پر دیکھا جو دعا کر رہا تھا، اس کو منع کیا اور فرمایا:

"أَلَا أُحَدِّثُكُمْ سَمِعْتُهُ عَنْ أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِي عِيدًا وَلَا

بیوتکم قبورًا فاِنّ تسلیمکم یبلغنی اینما کنتم۔" (ایضاً)

"میں نے اپنے باپ سے، اس نے میرے نانا سے بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا، "میری قبر کو عید نہ بناؤ اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ، کیونکہ تمہارا سلام، تم جہاں بھی ہو، مجھے پہنچ جاتا ہے۔"

اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "بلاغ المبین" میں رقمطراز ہیں کہ:

"در مصنف خود ابوبکر بن ابی شیبہ کہ از محدثین سلف است آوردہ اند کہ مردے در مدینہ منورہ قریب روضہ اطہر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایستادہ چیزے عرض میکرد۔ امام زین العابدین علی بن حسین رضی اورا منع فرمود و گفت آں سرور فرمودہ است: "لاتتخذوا قبری وثنا" کہ "ابوبکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف میں یہ روایت لائے ہیں کہ ایک شخص نبی علیہ السلام کے روضہ مبارک کے پاس کھڑا کوئی دعا کر رہا تھا۔ امام زین العابدین علی بن حسین رضی نے اس کو منع کیا اور فرمایا" نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ میری قبر کو بت نہ بناؤ!"

ان روایات سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ قبر کے پاس ایسا کرنا اسے بُت بنانے کے مترادف ہے۔

بنابریں نبی علیہ السلام نے ایامِ مرض الموت میں ربِ کائنات کے حضور یہ التجا کی تھی کہ:

"اللّٰھم لاتجعل قبری وثنا یعبد!"

"الٰہی میری قبر کو پوجا گاہ نہ بنانا!"

اور ساتھ ہی فرماتے تھے:

"لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد!"

یہود و نصاریٰ پر خدا لعنت کرے جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو پوجا گاہ بنالیا!"

یہی وجہ ہے کہ آج کل روضہ اطہر، ان خرافات اور خلافِ شرع حرکات سے بالکل محفوظ ہے۔ جیسا کہ آج کل کے قبوری ملّا، بزرگوں کے مزارات پر اعتقاداً کر رہے ہیں۔

العیاذ باللہ!

چھٹی دلیل:

ابو الجوزاء سے روایت ہے کہ "اہل مدینہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قحط سالی کی شکایت کی تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ نبی علیہ السلام کی قبر اور چھت میں سوراخ کر دو تاکہ قبر اور آسمان کے درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور خوب بارش ہوئی۔ گھاس اور چارہ اتنا پیدا ہوا کہ جانور کھا کر بہت موٹے ہوئے اور چربی سے بدن پھٹنے لگے۔" سنن الدارمی ص ۴۳، جلد اول طبع جدید، مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص)

جواب:

ملا علی قاری حنفی زیر حدیث رقمطراز ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا کہ کفار کے مرنے پر آسمان نہیں روتا۔ ابرار کے مرنے پر آسمان روتا ہے۔ جب آپؐ کی قبر مبارک کو دیکھے گا تو ممکن ہے کہ آسمان روئے اور اس کے رونے سے نالے بھر پڑیں اور پانی کی کثرت ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عربی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"سَبَبُ كَشْفِ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ السَّمَاءَ لَمَّا رَأَتْ بَكَتْ وَسَالَ الْوَادِيْ مِنْ بُكَائِهَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ حِكَايَةٌ عَنْ حَالِ الْكُفَّارِ فَيَكُوْنُ أَمْرُهَا عَلٰى خِلَافِ ذٰلِكَ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْاَبْرَارِ الخ" (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح)

امام ابن تیمیہ کا تبصرہ:

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"وَلَوْ كَانَ عَالِمٌ لَيَسْتَحِبُّ عِنْدَ الْاِسْتِسْقَاءِ أَوْ غَيْرِهٖ مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ غَيْرِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ مُبْتَدِعٌ بِدْعَةً مُخَالِفَةً لِلسُّنَّةِ الْمَشْرُوْعَةِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخُلَفَائِهٖ"

"اگر کوئی عالم استسقاء یا مصیبت کے وقت نبی علیہ السلام یا دوسرے انبیاء اور صالحین کی قبر کو کھولنا اور ان کی استمداد کو مشروع اور جائز کہے

تو وہ بدعتی ہے اور نبی علیہ السلام اور خلفائے اربعہ کا مخالف ہے۔"

پھر فرماتے ہیں کہ:

"إِنَّ هٰذَا الْفِعْلَ لَيْسَ حُجَّةً عَلٰى مَحَلِّ النِّزَاعِ سَوَاءً كَانَ مَشْرُوْعًا أَمْ لَمْ يَكُنْ فَإِنَّ هٰذَا اِسْتِنْزَالٌ لِلْغَيْثِ عَلٰى قَبْرِهٖ وَاللّٰهُ تَعَالٰى يُنْزِلُ رَحْمَتَهٗ عَلٰى قُبُوْرِ أَنْبِيَائِهٖ وَعِبَادِهِ الصَّالِحِيْنَ وَلَيْسَ فِيْ ذٰلِكَ سُؤَالٌ لَهُمْ بَعْدَ مَوْتِهِمْ وَلَا طَلَبٌ وَلَا اِسْتِغَاثَةٌ بِهِمْ وَالْاِسْتِغَاثَةُ بِالْمَيِّتِ وَالْغَائِبِ سَوَاءٌ كَانَ نَبِيًّا أَوْ وَلِيًّا لَيْسَ مَشْرُوْعًا وَلَا هُوَ صَالِحُ الْأَعْمَالِ إِذْ لَوْ كَانَ مَشْرُوْعًا أَوْ حَسَنًا مِّنَ الْعَمَلِ لَكَانُوْا بِهٖ أَعْلَمَ وَأَسْبَقَ إِلَيْهِ وَلَمْ يَصِحَّ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ السَّلَفِ أَنَّهٗ فَعَلَ ذٰلِكَ"

ماحصل یہ ہے کہ "کشفِ قبر میں یہ ہرگز دلیل نہیں کہ اہلِ قبور سے استمداد یا استغاثہ ہو، اس میں تو صرف یہ ہے کہ قبر کھول دی گئی تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو اور اللہ کی رحمت ہمیشہ انبیاءؑ اور صالحین پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں نہ تو سوال ہے، نہ کسی چیز کی طلب ہے اور نہ فریاد ہے کیونکہ میت اور غائب کو فریادرس سمجھنا جائز نہیں، خواہ ولی ہو یا نبیؑ، اگر جائز ہوتا تو صحابہ کرامؓ سب سے پہلے یہ عمل کرتے۔ حالانکہ سلف صالحین سے کسی نے بھی ایسا نہیں کیا۔ پس حضرت عائشہؓ کے اس قول سے توسل بالقبور پر دلیل پکڑنا لغو اور باطل ہے۔" فافہم وتدبر (کتاب الاستغاثۃ فی الرد علی البکری ص ۲۸)

روشن دان کی کیفیت:

روشن دان کے متعلق شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"وَأَمَّا وُجُوْدُ الْكُوَّةِ فِيْ حَيَاةِ عَائِشَةَ فَكَذِبٌ بَيِّنٌ وَلَوْ صَحَّ ذٰلِكَ لَكَانَ حُجَّةً وَدَلِيْلًا عَلٰى أَنَّ الْقَوْمَ لَمْ يَكُوْنُوْا يُقْسِمُوْنَ عَلَى اللّٰهِ بِمَخْلُوْقٍ وَلَا يَتَوَسَّلُوْنَ فِيْ دُعَائِهِمْ بِمَيِّتٍ وَلَا يَسْأَلُوْنَ بِهٖ وَإِنَّمَا فَتَحُوْا عَلَى الْقَبْرِ لِتَنْزِلَ الرَّحْمَةُ عَلَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ هُنَاكَ دُعَاءٌ يُقْسِمُوْنَ بِهٖ عَلَيْهِ

فَاَیْنَ ھٰذَا مِنْ ھٰذَا ۔" (ایضاً ص ۶۹)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی زندگی میں روشندان کا چھت میں وجود ہی مفقود اور صریح کذب ہے۔ بالفرض والمحال اگر تسلیم کر لیا جائے تو اس میں ہماری دلیل ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ اپنی دعاؤں میں نبی علیہ السلام کا وسیلہ نہیں پکڑتے تھے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ سے آپؐ کا وسیلہ دیکر سوال کرتے تھے صرف انہوں نے قبر کے اوپر سے جگہ کھول دی تاکہ اللہ کی رحمت نازل ہو۔ پس کجا یہ فعل اور کجا اہل بدعت کا اہل قبور سے استمداد و استغاثہ ؟

اہل قبور سے استمداد حرام ہے:

امام ابن تیمیہؒ " اقتضاء الصراط المستقیم " میں اہل قبور سے استمداد کے متعلق رقمطراز ہیں کہ:

" اہل قبور سے مدد چاہنا، جلب منفعت و رفع مضرت کی غرض سے پکارنا، یا ان کی قبر کے پاس سے دعا کرنا، (کہ ان کی برکت سے دعا قبول ہوتی ہے) یا ان سے استغاثہ و استسقاء کرنا حرام[1] ہے اور شرک ہے۔ صحابہ کرامؓ پر مصائب کے پہاڑ امڈ آئے مگر کسی نے نبی علیہ السلام کی قبر پر آکر فریاد نہیں کی۔ خود حضرت عائشہؓ نے کشف قبر کا حکم دیا۔ تاکہ اللہ کی رحمت نازل ہو، نبی علیہ السلام سے پانی نہیں مانگا، نہ آپؐ سے دعا کروائی، نہ کسی قسم کی فریاد کی، عربی عبارت ملاحظہ ہو:

" اِنَّمَا کَشَفَتْ عَنْ قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیَنْزِلَ الْمَطَرُ فَاِنَّهٗ رَحْمَةٌ تَنْزِلُ عَلٰی قَبْرِهٖ وَلَمْ تَسْتَسْقِ عِنْدَهٗ وَلَا اسْتَغَاثَتْ هُنَاكَ ۔ انتھٰی "

نیز مصباح الظلام میں ہے کہ:

" وَلَیْسَ فِیْ اِنْزَالِ الْمَطَرِ اِذْ کُشِفَتْ اَجْسَادُ الْاَنْبِیَاءِ اَوْ قُبُوْرُهُمْ مَا یُسْتَدَلُّ بِهٖ عَلٰی جَوَازِ التَّوَسُّلِ الشِّرْکِیِّ "

" انبیاءؑ کے جسم یا کشف قبر انبیاء سے بارش ہونے پر وسیلہ شرکیہ کے

[1] اگر اہل قبور سے استمداد جائز ہوتی تو خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروقؓ اپنے عہد خلافت

جواز پر استدلال قطعاً غلط ہے۔" (دیکھیے مصباح الظلام فی الرد علی الشیخ الامام لمولانا شیخ عبداللطیف صاحب ص ۱۱)

میں حضرت دانیال علیہ السلام کی لاش کو مختلف قبریں کھدوا کر دفن نہ کرتے بلکہ جوں کا توں رہنے دیتے تاکہ مصائب و آلام اور قحط و حزن کے موقعہ پر ان سے حاجت براری ہو جاتی۔ شیخ عبداللطیف نے "مصباح الظلام" میں اس کی وجہ بیان کی ہے کہ :

"وَقَدْ خَافَ عُمَرُ مِنْ اَنْ يُشْرِكَ بِهٖ وَيُجْعَلَ نِدًّا لِلّٰهِ"

یعنی "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت دانیال ؑ کی لاش کو اس لیے دفن کرا دیا کہ کہیں مشرک لوگ اسے اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر اللہ کا شریک نہ بنا لیں۔"

حضرت خالد بن دینار کا بیان ہے کہ حضرت ابو العالیہ نے ہمیں ایک عجیب واقعہ سنایا کہ:

"جب ہم نے تستر فتح کیا تو ہرمزان کے بیت المال میں دیگر اشیاء کے ساتھ ایک چارپائی بھی ملی جس پر ایک شخص کی لاش تھی اور اس کے سرہانے ایک مصحف تھا۔ ہم نے وہ مصحف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ بحکم حضرت عمرؓ، حضرت کعبؓ نے اس کا عربی ترجمہ کیا حضرت ابو العالیہ کا بیان ہے کہ میں نے اس کو قرآن کی طرح پڑھ کر سنا دیا۔ حضرت خالد بن دینار اور ابو العالیہ کی یہ گفتگو ملاحظہ ہو:

خالد بن دینار : "اس میں کیا لکھا تھا؟"

ابو العالیہ : "احکام، جنگی حالات اور پیشین گوئیاں تھیں۔"

خالد : "تم نے اس لاش کے ساتھ کیا سلوک کیا؟"

ابو العالیہ : "ہم نے دن میں تیرہ قبریں کھودیں اور پھر رات کی تاریکی میں اس میت کو قبر میں دفن کر دیا اور سب کو برابر کر دیا تاکہ نشاندہی نہ ہو سکے۔"

خالد : اس لاش کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے، وہ کون تھا؟"

ابو العالیہ : "وہ حضرت دانیال علیہ السلام نبی کی لاش تھی۔"

خالد : اس کی وفات کو کتنا عرصہ گزرا ہو گا؟"

ابو العالیہ : "تقریباً تین سو سال۔"

خالد : "جسم میں کوئی تبدیلی تو نہیں آئی تھی؟"

ابو العالیہ : "ہرگز نہیں، کیونکہ انبیاءؑ کے جسم کو مٹی خراب نہیں کر سکتی۔" (فتح المجید)

حدیث صحیح نہیں :

اس روایت کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں :

"مَا رُوِیَ عَنْ عَائِشَةَ مِنْ فَتْحِ الْكُوَّةِ مِنْ قَبْرِهٖ اِلَى السَّمَاءِ لِيَنْزِلَ الْمَطَرُ فَلَيْسَ بِصَحِيْحٍ وَلَا يَثْبُتُ اِسْنَادُهٗ" (کتاب الرد علی البکری)

کہ "حضرت عائشہؓ والی روایت صحیح نہیں اور نہ اس کی اسناد ثابت ہیں"

۲۔ "یہ حدیث موقوف ہے اور محدثین محققین کے نزدیک موقوف حدیث حجت نہیں"

۳۔ "یہ حدیث واقعہ عباسؓ (توسل بالدعاء)، واقعہ یزید بن اسودؓ، اور حضرت عمرؓ کی حدیث (ابو العالیہ) سے ٹکرا رہی ہے جس کا تفصیلی تذکرہ گزر چکا ہے"

۴۔ "صیانۃ الانسان میں ہے کہ "مسند دارمی کی روایتوں کو صحیح کہنا درست نہیں" (التوصل الی حقیقۃ التوسل)

۵۔ حضرت علامہ عراقی کا بیان ہے کہ "مسند دارمی میں مرسل، مفصل، منقطع اور مقطوع حدیثیں موجود ہیں" (ایضاً)

امام ابن تیمیہؒ اس واقعہ کے متعلق رقمطراز ہیں کہ :

"مجاہدین صحابہؓ، مہاجرین و انصار نے حضرت دانیالؑ کی قبر کو اس لیے برابر اور لوگوں کی نظروں سے غائب کر دیا تھا کہ آئندہ نسلیں شرک و بدعت کے فتنہ کا شکار نہ ہو جائیں۔ اگر قبر کو ظاہر کر دیا جاتا تو دعاء اور تبرک حاصل کرنے کے لیے لوگ قبر کی پوجا شروع کر دیتے!" (کتاب الاستغاثہ ص ۲۹)

علامہ ابن کثیرؒ نے بھی سورۂ کہف میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ عہدِ فاروقیؓ میں عراق کے اندر حضرت دانیالؑ کی لاش پائی گئی تو حضرت عمرؓ نے اس کے دفن کر دینے کا حکم دیا :

"اَنْ تُخْفِيْ عَنِ النَّاسِ وَاَنْ تُدْفَنَ تِلْكَ الرُّقْعَةُ الَّتِيْ وَجَدُوْا عِنْدَهٗ فِيْهَا شَيْءٌ مِنَ الْمَلَاحِمِ وَغَيْرِهَا"

کہ "اسے لوگوں کی نظروں سے مخفی رکھو اور جو رقعہ اُن کے پاس سے ملا تھا، اس میں جنگوں وغیرہ کے حالات درج تھے" (مزید تفصیل کیلئے دیکھیے صیانۃ الانسان ص ۲۵۲، الدر الفرید ص ۳۲، کتاب الاستغاثہ لابن تیمیہؒ ص ۲۹، کتاب المغازی لابن اسحاق و بیہقی شعب الایمان) ——— عزیز

۶۔ "حافظ ابن حجرؒ کا بیان ہے کہ "کسی معتمد شخص نے مسند دارمی کی حدیثوں کو صحیح نہیں کہا۔" (ایضاً)

۷۔ "اس حدیث کی سند میں ایک راوی محمد بن فضل ابو النعمان البصری ہے جس کا لقب عارم تھا۔ اس کے متعلق تقریب میں لکھا ہے:

"ثَبَتَ تَغَيَّرَ فِي آخِرِ عُمُرِهِ"

یعنی (راوی) آخری عمر میں خللِ دماغ اور نسیان کا شکار ہو گیا تھا۔"

میزان میں ہے کہ "اگر ابو النعمان البصری کا سماع ۲۲۰ھ سے پہلے کا ہو تو روایت درست ہو گی، بصورتِ دیگر صحیح نہ ہو گی۔" (اب استدلال کنندگان کو چاہیے کہ اس روایت کو قبل از اختلاط و تغیر ثابت کریں)

۸۔ دوسرا راوی سعید بن زید ہے۔ میزان میں اس کو "ضعیف" کاشف میں امام ذہبیؒ نے "غیر قوی" اور خلاصہ میں امام نسائیؒ نے "غیر قوی" قرار دیا ہے۔"

۹۔ تیسرا راوی عمرو بن مالک النکری ہے۔ اس کے متعلق تقریب میں ہے "لَهُ أَوْهَامٌ" (یہ بہت وہمی ہے)

۱۰۔ چوتھا راوی ابو الجوزاء اوس بن عبداللہ ہے۔ تقریب میں ہے:

"يُرْسِلُ كَثِيرًا"، (درمیان میں راوی چھوڑ جاتا تھا)

میزان میں یحیی بن سعید فرماتے ہیں:

"قُتِلَ فِي الْجَمَاجِمِ فِي إِسْنَادِهِ نَظَرٌ وَيَخْتَلِفُونَ فِيهِ"

"یہ واقعہ جماجم میں قتل ہوا، اس کی سند میں نظر ہے اور محدثین اس میں اختلاف کرتے تھے۔"

قَالَ الْبُخَارِيُّ فِي إِسْنَادِهِ نَظَرٌ"

صیانۃ الانسان میں ہے:

"قَدْ ثَبَتَ مِنْ هُنَاكَ أَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ ضَعِيفٌ مُنْقَطِعٌ"

"اس بحث اسنادی سے یہ ثابت ہوا کہ یہ حدیث ضعیف اور منقطع ہے۔"

فَتِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ!)" (جاری ہے)